

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

م السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد!

شریعت کی نظر میں جنین (بیٹ کا بچہ) کی زندگی کی وہی اہمیت و حرمت ہے جو کسی زندہ انسان کی ہے۔ اس لیے اس زندگی کی حفاظت بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح زندہ انسان کی زندگی کی حفاظت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاملہ عورت رمضان کے مہینے میں روزے توڑ سکتی ہے اور اگر جنین کو کسی قسم کی وجہ سے کہ زنا کی وجہ سے ٹھہرانے والے حمل کا بھی عورت اسقاط نہیں کر سکتی کیوں کہ اس بچے کی حیثیت بھی ایک زندہ انسان کی سی ہے۔ اگر یہ حرام کا بچہ ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔

جنین کی اسی حیثیت کی وجہ سے اسلامی شریعت کا یہ قانون ہے کہ موت کی سزا پانے والی عورت اگر حاملہ ہے تو اسے اس وقت تک موت کی سزا نہیں دی جاسکتی جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے لے اور اس کے دودھ پھرانے کی عمر نہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس شخص پر پوری دیت دینا لازم ہے جو کسی بچہ علیہ کتے ہیں کہ روح پھونکنے کے بعد جنین ایک مکمل انسان تصور کیا جائے گا۔ جنین کی اس حقیقت کی بنیاد پر تمام فتوا، اس بات پر مشتمل ہیں کہ روح پھونکنے (بچے میں جان پڑنے) کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہے اور کسی نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو اسے قتل میں شمار کیا جائے گا۔

عناصیل جائز ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض فقہائے کرام یہ وقت ضرورت اسقاط حمل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ روح پھونکنے سے قبل جنین گوشت اور خون کا بے جان لوتھڑا ہے۔ لیکن وہ علمائے کرام جو "عزل" (مباشرت کے وقت منی کو باہر گراؤ۔ بعض علمائے کرام کے نزدیک روح پھونکنے سے قبل اسقاط حمل حرام تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے۔ ان کا مصلح نظریہ ہے کہ روح پھونکنے سے قبل جنین اگرچہ بے جان لوتھڑا ہے لیکن آخر گھمی نہ گھمی اس میں روح پھونکی جائے گی اور اسے زندگی عطا ہوگی۔

جان پڑنے کا وقت کون سا ہوتا ہے۔ اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بخاری و مسلم کی وہ مشہور حدیث ہے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ مطابح جنین کے اندر ایک سوہین دن کے بعد روح پھونکی جاتی ہے لیکن مسلم شریعت کی ایک دوسری صحیح حدیث ہے

نُفِطِيهِ يَحْيَانُ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً. بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْنَا عَلَا، فَهَوَّنَا، وَطَلَّقَ سَمْعًا وَبَصَرًا وَجِلْدًا وَنَحْسًا وَعَظْمَانَا...."

بب، بیالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کی صورت گری کرتا ہے۔ اس کے کان آئینہ جلد گوشت اور ہڈیوں کی تخلیق کرتا ہے۔"

یہ ایک لمبی حدیث ہے جو یہ واضح کرتی ہے بیالیس دن گزرنے کے بعد لفظ ایک انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس کی تقدیر لکھی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے بعد اس کے وجود کو ختم کرنا گویا اسے قتل کرنا ہے۔ یہ ظاہر ایسا مظلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث جس میں ایک سو اون دونوں امارت اور علمائے کرام کی مختلف رایوں کو مد نظر رکھتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اصولی طور پر اسقاط حمل ناجائز اور حرام ہے۔ لیکن اس حرمت کے کئی درجے ہیں۔

ہر سے کہ حمل کے ابتدائی ایام میں اسقاط حمل کی حرمت اتنی شدید نہیں ہے جتنی اس کی تخلیق شروع ہونے (بیالیس دن گزرنے) کے بعد اس کی حرمت ہے۔ روح پھونکنے کے بعد اسقاط حمل سراسر قتل اور بھیا تک جرم ہے۔ صرف انتہائی ناگزیر حالت میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے اور وہ ناگزیر حالت دور حاضر کے بعض علمائے کرام کے نزدیک انتہائی ناگزیر صورت یہ بھی کہ جنین میں کچھ ایسا تخلیقی نقص یعنی پیدا آئی عیب پیدا ہو جائے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کی زندگی اس کے لیے مصیبت اور عذاب بن کر رہ جائے۔ المرأاؤ ذہا اور بعض دوسرے جدید آلات کے ذریعے پیدائش سے قبل پتہ لگایا جاسکتا۔

۱۔

۲۔

۳۔

۴۔

دوسری نظر میں صرف ایک ہی ایسی صورت ہے جس میں اسقاط کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ اسقاط نہ کرایا گیا تو ماں کی جان کو خطر لاحق ہو جائے۔ ایسی صورت میں ماں کی جان بچانے کے لیے حمل کو ساقط کرایا جاسکتا ہے کیوں کہ ماں کی جان ہر حال بچے کی جان سے زیادہ اہم ہے (واللہ اعلم بالصواب)

حذا ما عذبني والله اعلم بالصواب

فتاویٰ یوسف القرضاوی

طبی مسائل، جلد: 2، صفحہ: 263

محدث فتویٰ